بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

نومبر 2011ء　　تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ　　جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 11

مجلس ادارت　　مدیر: مقصود الحق　　معاون مدیر: مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد

Ph. No. +44 (0) 20 87809026

فرمان الٰہی

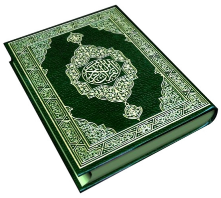

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۸﴾

اور بعض آدمی ایسے (بھی) ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو بیچ (ہی) ڈالتے ہیں۔ اور اللہ (اپنے ایسے مخلص) بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔ (البقرۃ:208)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”یعنی انسانوں میں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے ...... خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا میں جان دیتا ہے۔ اور جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعتِ خالق اور خدمتِ خلق کے لئے بنائی گئی ہے......“

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ 131-132)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہوتے ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کیلئے ہی مختص ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی و مسرت اور فراخی نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور اس کی شکر گزاری اس کیلئے مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہے۔ اور اگر اس کو کوئی دُکھ رنج تنگی اور نقصان پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے۔ اس کا یہ طرز عمل بھی اس کیلئے خیر و برکت کا ہی باعث بن جاتا ہے کیونکہ وہ صبر کرکے ثواب حاصل کرتا ہے۔

(مسلم کتاب الذھد باب المومن امرہ کلہ خیر)

کلام الامام - امام الکلام

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

(از دُرِّثمین اُردو)

قارئین المنار کی خدمت میں عید الاضحیہ کی دلی مبارک باد

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے حوالہ سے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ ترین ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حالیہ دورۂ یورپ کے دوران جرمنی میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے اجلاس سے خطاب فرمایا۔ حضور انور کے یہ ارشادات جملہ ممبران ایسوسی ایشن کے استفادہ اور تعمیل کی غرض سے درج کئے جا رہے ہیں۔ پوری توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ارشادات پر پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (ادارہ)

ایک لمبے عرصے سے کہ جب سے اس ایسوسی ایشن کا آغاز ہوا اس کے بعد جب بھی میرا جرمنی کا دورہ ہوتا تھا تو مکرم عرفان خان صاحب کی طرف سے اور چوہدری حمید صاحب کی طرف سے ہمیشہ یہی مطالبہ ہوتا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ ایک میٹنگ کرنا چاہتے ہیں، اکٹھے ہونا چاہتے ہیں، Get Together کرنا چاہتے ہیں، لیکن بہر حال بعض وجوہات کی وجہ سے، مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں ملتا رہا، آخر آج انہوں نے مجھے قابو کر لیا ہے اور کیونکہ اس دفعہ کچھ نسبتاً لمبا دورہ تھا اس لئے کسی قسم کا عذر نہیں تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایسوسی ایشن کو قائم ہوئے چھ سال ہو گئے ہیں۔ انسانی زندگی کے لحاظ سے تو یہ ابھی نوزائیدہ بچہ کی طرح تھی جو چند مہینے کا ہوتا ہے جو تین چار سال تک Infant کہلاتا ہے بلکہ اس سے نکل کے اب بچپنے میں تو داخل ہو گئی ہے لیکن یہ بچپنا ان لوگوں کا ہے جن کی داڑھیاں بھی سفید ہو چکی ہیں۔ اس لئے آپ کا جو معیار ہے وہ بچپنے کا معیار نہیں رہنا چاہئے بلکہ اس چھ سال میں آپ کو بہت آگے بڑھ جانا چاہئے تھا، گویا یہ کہہ لیں کہ بوڑھے لوگوں کی ایک تنظیم کا ابتدائی دور ہے یا بوڑھے لوگوں کا بچپنا ہے اور اللہ کے فضل سے اس وقت یہاں جو بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے فضل الٰہی انوری صاحب شاید طالب علم رہے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ سب سے بڑی عمر کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ذہنی لحاظ سے بالکل alert ہیں۔ تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آپ لوگ اس عمر کو پہنچ گئے ہیں کہ جس کا قرآن کریم میں ارذل العمر کا بیان ہوا ہے کہ انسان جب ایسی عمر کو پہنچ جاتا ہے، جہاں پھر بچپنے کی طرف واپسی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض کام جو ہونے چاہئے تھے جیسا کہ انہوں نے رپورٹ میں کہا اور جو وعدے تھے **جو جذبہ تھا اس کو قائم نہیں رکھا جا سکا اور نہ صدر نہ انتظامیہ قائم رکھ سکتی ہے جب تک ہر ممبر میں ایک جوش اور جذبہ نہ ہو۔**

تعلیم الاسلام کالج وہ درسگاہ تھی جب تک جماعت کے پاس رہی اور خاص طور پر اس زمانہ کے لوگ جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں اس میں وقت گزارا کہ کس طرح ماں سے بڑھ کر اس درسگاہ نے ہمیں سنبھالا۔ پس اس درسگاہ کا یہ حق بنتا ہے کہ اس میں پڑھنے والے طلباء جنہوں نے اس کے نام پہ یہ ایک ایسوسی ایشن قائم کی ہے اس کی لاج رکھتے ہوئے جو بھی منصوبے آپ نے بنائے ہیں اس کے پورا کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

عرفان صاحب سے میں پوچھ رہا تھا ان کے مطابق تو یہاں ٹی آئی کالج کے پڑھے

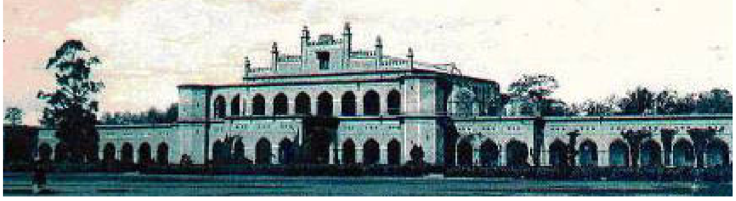

ہوئے جتنے لوگ ہیں، سٹوڈنٹس ہیں، انہوں نے ابھی پوری طرح ممبر شپ بھی نہیں لی اور جو ممبر ہیں وہ بھی اس طرح Active نہیں جس طرح ہونے چاہئیں۔ آپ اس ایسوسی ایشن کے بنانے میں Pioneer ہیں اور آپ کی دیکھا دیکھی یو۔کے میں بھی ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ پھر اس کا بھی وہی حال ہوا، سال دو سال بننے کے بعد Dormant ہو گئی۔ پھر نئے سرے سے ان کو جوش آیا اور آج سے دو سال پہلے جو دوبارہ جوش ان کو آیا تو اس میں بعض کام انہوں نے بڑے اچھے کئے ہیں۔ اسی طرح امریکہ میں اسی طرح کینیڈا میں تو سب لوگ آپ کی دیکھا دیکھی ایسوسی ایشن قائم کرنا چاہتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس یہ شکوہ جو انتظامیہ کو اپنے ممبران سے ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں تبھی ہم اس ایسوسی ایشن کو اس نہج پر چلا سکتے ہیں، ان مقاصد کو پورا کر سکتے ہیں جس کے لئے آپ نے یہ ایسوسی ایشن بنائی ہے۔ اگر تو صرف Get Together ہے تو پھر سال میں ایک دفعہ پانچ، دس یورو Contribute کر کے آپ ایک دعوت کر سکتے ہیں اور دو چار شعر سنائے، کچھ باتیں کیں، کچھ کہانیاں سنیں، کچھ سنائیں اور مجلس برخاست ہو گئی تو اس کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ **فائدہ تو تبھی ہے جب کسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپ اس ایسوسی ایشن کو ذریعہ بنائیں** اور آپ کے مقاصد ایسے تھے جو شروع میں بیان کئے گئے۔ جس جذبہ کے ساتھ یہ ایسوسی ایشن شروع کی گئی میرا خیال تھا کہ انشاء اللہ اچھا کردار ادا کریں گے۔ ایک تو Organise ہو کے، کالج کی اپنی ایک انفرادیت قائم ہو جائے گی۔ آپ کے بچوں کو بھی پتہ لگے گا کہ ہم لوگ کس طرح اپنی اس درسگاہ کی روایت کی حفاظت کرنے والے ہیں جس نے ہمیں ماں کی طرح پالا اور کیا کیا ذمہ داریاں ہمارے پہ ہیں جن کو ہم نے پورا کرنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

عرفان صاحب نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ باوجود ہماری توجہ دلانے کے کہ بچوں کو ساتھ لے کے آئیں نہیں آتے رہے، لیکن آج جو مجھے نوجوان چہرے نظر آ رہے ہیں اگر وہ یہاں کے، خود اپنی مرضی سے آئے ہوئے بچے نہیں ہیں اور نوجوان نہیں ہیں اور Old Students کے بچے ہی ہیں تو ان نوجوانوں کی تعداد مجھے بوڑھوں سے زیادہ نظر آ رہی ہے۔ پرانے طلباء سے زیادہ نظر آ رہی ہے۔ پس ان میں شوق پیدا کرنے کے لئے ان کی پسند کے بھی کوئی پروگرام بنانے چاہئیں تا کہ ان کو بھی احساس رہے کہ جو نیکیاں ہمارے بڑوں نے جاری رکھنے کا عہد کیا اس کو ہم نے بھی پورا کرتے رہنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

چوہدری حمید صاحب نے بتایا اسی طرح عرفان صاحب نے بھی رپورٹ میں پیش کیا کہ نظارت تعلیم کو بچوں کی فیس کے لئے آپ نے ایک وظیفہ مقرر کیا تھا دس طلباء کو ہم خرچ دیں گے آپ کو باہر رہتے ہوئے یہ اندازہ نہیں جیسا کہ چوہدری حمید صاحب نے بھی بیان کیا کہ شاید دگنی فیس ہو گئی ہو، ان ملکوں میں رہتے ہوئے جب آپ دیکھتے ہیں Inflation Rate اتنا بڑھ گیا ہے تو جو غریب ملک ہیں اور خاص طور پر پاکستان جیسا ملک جہاں ارباب حکومت جو ہیں ان کا کام صرف اپنی جیبیں بھرنا اور قوم کے خزانے خالی کرنا ہے، کوئی توجہ

نہیں دیتا ہے، وہاں تو Economy کا بہت برا حال ہے اور وہی بچہ عام پرائمری سکول میں جس کا خرچ آج سے چھ سات سال پہلے زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سو روپے ہوا کرتا تھا وہ آج چھ سات ہزار روپے ہوتا ہے۔ بہرحال کل پرسوں میں ڈاک میں دیکھ رہا تھا نظارت تعلیم کا مجھے خط آیا اور انہوں نے شکریہ ادا کیا تھا اور آج اتفاق سے آپ کی میٹنگ ہے تو میں بھی شکریہ ادا کردوں کہ جو وعدہ آپ نے کیا تھا اس رقم کو پورا کرنے کا رقم ان کو پہنچ گئی ہے اور ان کی اطلاع مجھے آئی تھی، رپورٹ آئی تھی کہ جرمنی والوں نے وہ رقم دے دی ہے۔ بہرحال اس کے لئے آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں کیونکہ شکر گزاری تو انسان کو ہر حالت میں کرنی چاہئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں **ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درسگاہ کے تقدس کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کے لئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔** بہت سارے لوگ یہاں ہیں اور اب یہاں آپ ایک یورو دیتے ہیں تو تقریباً سو روپے کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہوگا۔ لیکن اس سے وہاں جب خرچ کیا جا رہا ہوتا ہے تو ایک غریب بچے کے لئے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ یہاں آپ کے بچے برگر کھاتے ہیں اور جب ساتھ ایک ٹن کوک کا پی لیتے ہیں تو کم از کم تین چار یورو خرچ کر لیتے ہیں۔ تو اگر ایک برگر اپنے بچے کا بچا لیں اس کو احساس دلا دیں، نوجوان ہیں، وہ دیکھ لیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

امیر صاحب کو تو آپ پہ اور بھی زیادہ حسن ظنی تھی، ان کو میں نے کہا کہ حسنِ ظنی اچھی چیز ہے لیکن اتنی زیادہ بھی حسن ظنی نہ رکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ جو ایسوسی ایشن ہے اتنی امیر ہے کہ ہمیں سو مساجد سکیم میں ہر سال ایک مسجد بنا کے دے سکتی ہے۔ تو بہرحال میں نے کہا فی الحال ان کو پاکستان کے بچوں کی جو وظیفے کی رقم کا انہوں نے وعدہ کیا ہوا ہے وہی پوری کر لیں تو غنیمت ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اور جہاں تک ویب سائٹ کا تعلق ہے اس میں تو بڑا اچھا مواد ڈال رہے ہیں، لیکن ایک رسالہ بھی چھپنا چاہئے، **یو۔کے ایسوسی ایشن نے رسالہ کا اجراء کر دیا ہے اور اس میں بعض پرانے سٹوڈنٹس کے اچھے مضامین آتے ہیں۔ اس سے بھی دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔** اگر اس میں ایک صفحہ جرمن زبان میں رکھ دیں تو آپ کے جو نوجوان بچے یہاں ہیں ان کو بھی احساس ہو جائے گا کہ ایسوسی ایشن کیا چیز ہے اور ہمارے ماں باپ نے جس طرح تعلیم حاصل کی اور جس طرح کے حالات میں پھر یہاں آئے اور یہاں جس طرح ہمیں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع مل رہے ہیں، آسانیاں ہیں، تو اس کا شکرانے کے طور پر ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے تو اسی طرح آگے جاگ لگتی چلی جاتی ہے اور نیکیاں قائم رہتی ہیں تو یہ **نیکیوں کی جاگ لگانا بھی ایسوسی ایشن کا کام ہونا چاہئے۔**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غیر از جماعت کی بھی انہوں نے مثال دی ہے اور بھی میں جانتا ہوں بہت سارے ہیں جو اس پرانے زمانہ کے غیر از جماعت تھے، اب چنیوٹ جو ہمارے ساتھ شہر ہے اور ربوہ کی اور احمدیوں کی دشمنی میں بڑھا ہوا شہر ہے، لیکن وہاں سے اس زمانہ میں جتنے اچھے لڑکے تھے ٹی آئی کالج میں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور چنیوٹ کا جتنا اچھا Talent تھا یہیں سے پڑھا ہوا ہے اس میں ڈاکٹر بھی بنے ہیں انجینئر بھی بنے ہیں۔ میرے بھی کلاس فیلو ہیں اور یہاں آکے ان کی سوچ بالکل اور ہوتی تھی۔ پڑھنے کے لئے روزانہ ربوہ آتے تھے، پانچ چھ سات گھنٹے جو کالج میں گزارتے تھے وہ یہ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ اس شہر کے رہنے والے ہیں جہاں احمدیوں کے متعلق مولویوں کے زیر اثر سوائے مغلظات کے اور کچھ نہیں کہا جاتا۔ ہمیشہ تعریف کرنے والے ادب کرنے والے احترام کرنے والے طلباء تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بچوں کے لئے میں یہ بھی بتا دوں کہ استاد کا جو مقام ہے وہ باپ کے برابر ہے۔ تو یہاں کے بچوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان سکولوں میں جو آپ پڑھ رہے ہیں تو اپنے اساتذہ کو یہی مقام آپ کو یہاں دینا چاہئے اور اکثریت جہاں تک میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ سکولوں کے ہیڈ ٹیچرز سے یا ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں سے جرمنی میں بھی اور دوسرے ملکوں میں میری بات ہوئی ہے ان کو یہ بڑا واضح فرق نظر آتا ہے کہ احمدی بچے دوسرے بچوں سے مختلف ہیں اور یہی اعلیٰ اخلاق ہیں جو ہم میں قائم رہنے چاہئیں۔ تو اس کی نگرانی بھی والدین کا کام ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آپ میں سے بہت سارے ایسے ہیں جن کے اب بچے تو نہیں لیکن ان کے آگے بچوں کے بچے ایسے ہیں جو سکولوں میں جانے والے ہیں۔ جب تک زندگی ہے اپنی کوششیں ہمیں جاری رکھنی چاہئیں۔ 74ء سے پہلے ربوہ کا ماحول بڑا خوبصورت ماحول ہوتا تھا، پھر سکول Nationalise ہو گئے۔ اب کالج کا یہ حال ہے کہ ایک غیر احمدی استاد نے جو بطور سٹوڈنٹ وہاں پڑھتے رہے تھے لکھا کہ میں ٹی آئی کالج کے سامنے سے گزر رہا تھا اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے رونا آ گیا کہ کیا وہ زمانہ تھا جب یہ درسگاہ سارے علاقے میں مشہور تھی، گیمز میں، پڑھائی میں اور ایک مقام رکھتی تھی اور آج وہاں اس کا کوئی پُرسان حال نہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس باہر سے آنے والے ربوہ شہر کے لئے یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی رونقوں کو دوبارہ قائم کرے، ان درسگاہوں کو دوبارہ وہ مقام ملے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک وقت تک تو اس وجہ سے کہیں گورنمنٹ کی پالیسی یہی رہے تو جو بھی ادارہ ہم بنائیں گے Nationalise نہ ہو جائے۔ ادارے نہیں بنائے گئے۔ لیکن اب پچھلے چھ سات سال آٹھ سال سے بلکہ دس بارہ سال پہلے ایک دو سکول بنائے گئے لیکن پچھلے پانچ چھ سال میں، لڑکیوں کے سکول، سیکنڈری سکول، بلکہ کالج، سیکنڈری کالج، ایف ایس سی تک کے بنائے گئے ہیں بلکہ اب Recently میں نے اجازت دی ہے اور ایک نیا منصوبہ شروع کیا ہے۔ جو جامعہ نصرت ہے اس میں تو اس حد تک بری حالت تھی کہ پڑھائی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے ہماری بچیاں بھی بی ایس سی کے مضامین پڑھنے کے لئے چنیوٹ جاتی تھیں۔ وہاں جانے سے بچانے کے لئے اب ہم نے جہاں ایف ایس سی کی سیکنڈری سکول کی کالج کی کلاسیں ہوتی تھی وہاں اب انشاء اللہ آئندہ ایک دو ہفتوں میں بی ایس سی کی Evening کلاسیں شروع ہو جائیں گی اور ان کو وہ تعلیم جو چنیوٹ میں مہیا ہوتی تھی وہ تو ہوگی بلکہ اس سے بہتر ہوگی۔ تو اب سکول بھی بہت سارے کھل گئے ہیں نئے سکولوں کی عمارتیں بھی تعمیر ہوئی ہیں لیکن اب پڑھائی کے اخراجات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ایک بہت بڑا بوجھ ہے جو پاکستان کی جماعت برداشت کر رہی ہے۔ اگر باہر کے لوگ بھی ان کی مدد کریں تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اور سائنس کے لئے خاص طور پر لیبارٹریز وغیرہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ جس پہ بڑے اخراجات ہوتے ہیں۔ **تو بہت ضرورت ہے اس بات کی کہ آپ لوگ اپنی ایسوسی ایشن کو آرگنائز کر کے منصوبہ بندی کریں کہ کس حد تک آپ پاکستان کے غریب احمدی طلباء کی مدد کر سکتے ہیں** جن کو پڑھائی کے حق سے ہی محروم کیا جا رہا ہے۔ بہت ساری جگہیں ایسی ہیں جہاں

احمدی طلباء کوسکولوں سے نکالا گیا کہ تم احمدی ہو۔ تو ان کو بہرحال ربوہ میں لایا جاتا ہے وہاں سمونے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ ان کی پڑھائی ضائع نہ ہو۔

یہاں تک کہ آپ سن کے حیران ہوں گے کہ سیکنڈری ایجوکیشن کا بورڈ جو ہے انہوں نے اس دفعہ میٹرک کے اور ایف ایس سی وغیرہ کے داخلہ فارم میں یہ خانہ درج کر دیا کہ یہ لکھو کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ آگے پھر نیچے Instruction تھی کہ جو احمدی لڑکے ہوں گے جو فارم احمدی طلباء کے، لڑکوں یا لڑکیوں کے آئیں گے، ان کی مارکنگ کے لئے علیحدہ Examiner مقرر ہوں گے۔ یہ اس حد تک Discrimination ہے۔ تو اس لئے مجبوراً ہمیں اب وہاں آغا خان بورڈ سے جو نیا شروع ہوا ہے کے ساتھ جماعت کے سارے اداروں کو رجسٹر کروانا پڑا۔

یہ بھی میں آج آپ کو بتا دوں کہ سکول اور کالجز کا 1995-96ء میں فیصلہ ہوا تھا کہ جتنے اداروں کے تنظیموں کے سکول قومیائے گئے ہیں، Nationalise ہوئے ہیں وہ واپس کر دیئے جائیں گے۔ بشرطیکہ ایک ایک سال کی سٹاف کی تنخواہ جمع کرادی جائے اور عیسائی سکولوں نے جمع کروائی، ان کو کچھ ملے۔ کچھ کراچی میں ہندو، پارسیوں کے سکول تھے ان کو ملے۔ ہم نے بھی جمع کروائی، میں اس زمانہ میں ناظر تعلیم ہوتا تھا بڑی کوشش سے ہر جگہ جا کے خیر کسی طرح فنڈ اکٹھا کر کے کروڑوں میں رقم تھی وہ جمع کروائی اور جیسے کہ حکومت کی عادت ہے وہ بھی ہضم کر لی اور سکول بھی واپس نہیں ہوئے۔

ہم اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح ہمارے ادارے واپس ہو جائیں تو ہم دوبارہ اس طرح ان کا وہ معیار بحال کرنے کی کوشش کریں جو کسی زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اب نئے سکول اور کالجز جو کھلے ہیں جیسا کہ چوہدری حمید صاحب نے بھی ذکر کیا ہے، بڑے اچھے Well Equipped فرنیچر وغیرہ کے لحاظ سے بھی اور لیبارٹریز کے لحاظ سے بھی ہیں تو جہاں تک جماعت پاکستان کی کوشش ہے وہ بھر پور کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے اداروں کو چلائیں اور احمدی بچوں کو سنبھالیں۔

اسی طرح احمدی طلباء جو مختلف شہروں میں پڑھ رہے ہیں، ان کے وظائف ہیں، وہ بھی دیئے جاتے ہیں تو بہرحال یہ تو جماعت کا فرض ہے چاہے یہاں سے مدد جائے یا نہ جائے یا کہیں کوئی اور کرے یا نہ کرے لیکن جو احمدی بچہ ہے اس کا Talent ضائع نہیں ہونا چاہئے اور اس کے لئے بھر پور کوشش کی جاتی ہے۔

یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ وہاں ایسا ماحول پیدا کرے کہ احمدی بچوں کو جو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ہیں وہ آسانی سے ہمیشہ مہیا ہوتے چلے جائیں اور جو قانونی روکیں ہیں یا قانون کی آڑ میں جو ظالمانہ عمل ہیں حکومت اور ان کے کارندوں کے یا سکول چلانے والی انتظامیہ کے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ دور فرمائے۔

چوہدری محمد علی صاحب کا ذکر ہوا جو بھی بزرگان پیغام بھیجنے والے تھے، ان میں بھی سب سے بڑی عمر کے، ماشاء اللہ چوہدری محمد علی صاحب ہیں اور وہ بھی اس وقت بڑے Active ہیں اس لحاظ سے کہ باوجود بیماری کے، سال میں مہینہ دو مہینہ Hospital بھی رہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا انگلش میں ترجمہ بڑی محنت سے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزا بھی دے اور ان کی عمر وصحت میں برکت بھی ڈالے۔ ان کے لئے بھی دعا کریں۔

بس ان چند باتوں کے ساتھ میں یہاں اپنی باتیں ختم کرتا ہوں۔

آخر پر یہی کہوں گا، کہ اللہ تعالیٰ کرے یہ ایسوسی ایشن پہلے سے بڑھ کر فعال ہو اور اپنا کردار ادا کرنے کی طرف بھرپور توجہ دینے والی ہو۔ جزاک اللہ۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ، 13 اکتوبر 2011ء)

بس کا ایک یادگار سفر

کراچی کے احباب سے معذرت کے ساتھ

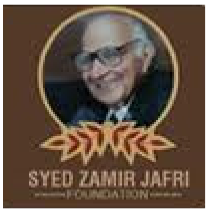

(سید ضمیر جعفری کے کلام سے انتخاب)

کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے
نہیں ہو رہا ہے مگر ہو رہا ہے
جو دامن تھا ، دامن بدر ہو رہا ہے
کمر بند گردن کے سر ہو رہا ہے
کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے

☆☆☆

چلی تو مسافر اچھلنے لگے ہیں
جو بیٹھے ہوئے تھے وہ چلنے لگے ہیں
قدم جب کے ٹخنوں سے ٹلنے لگے ہیں
جو کھایا پیا تھا اُگلنے لگے ہیں
تماشا سرِ رہگزر ہو رہا ہے
کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے

☆☆☆

کوئی نصف بیٹھا ہے، آدھا کھڑا ہے
جہاں بھی کھڑا ہے وہیں پر گڑا ہے
کسی کی گھڑی پر کسی کا گھڑا ہے
کہاں ہاتھ تھا اور کہاں جا پڑا ہے
جو دیوار تھی اس میں در ہو رہا ہے
کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے

☆☆☆

جو کالر تھا گردن میں ''لر'' رہ گیا ہے
ٹماٹر کے تھیلے میں ''ٹر'' رہ گیا ہے
خدا جانے مرغا کدھر رہ گیا ہے
بغل میں تو بس ایک پر رہ گیا ہے
کوئی کام ہم سے اگر ہو رہا ہے
کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے

میں لائبریری میں گھسا رہتا

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان

''وہ تو ایک بے آب و گیاہ جگہ ہے۔ وہاں جا کر کیا کروگے؟ کیا اپنے آپ کو ضائع کرنے کا ارادہ ہے؟ میں تمہیں یونیورسٹی کے سٹاف میں لیتا ہوں اور ایک سال میں تم بیرون ملک وظیفے پر پی ایچ ڈی بھی کرلوگے'' یہ وہ الفاظ تھے جو ایم ایس سی زوالوجی میں فرسٹ آنے پر ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ ڈاکٹر مظفر صاحب نے مجھ سے کہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میری زندگی جماعت احمدیہ کے لئے وقف ہے اور مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں رپورٹ کرنے کو کہا گیا ہے۔ مجھے تو وہیں جانا ہے میرے منہ سے خلاف توقع یہ جواب سن کر وہ سخت متعجب ہوئے۔

خیر میں ربوہ چلا آیا اور ہدایت کے مطابق تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں زوالوجی ڈیپارٹمنٹ کی داغ بیل ڈالی۔ 1964ء میں ڈاکٹر مظفر صاحب یونیورسٹی کی ٹیم کے ہمراہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی انسپیکشن کے لئے تشریف لائے تو ایک مرتبہ پھر اپنی وہی پہلے والی آفر دوہرائی۔ اس پر میں نے اب تک جو ریسرچ کا کام ربوہ میں رہ کر کیا تھا انہیں دکھایا۔ جسے دیکھ کر وہ خوش ہوئے اور فراخ دلی سے کہنے لگے کہ اگر تمہیں ریسرچ کے اس کام میں ان سہولتوں کی ضرورت ہوئی جو یونیورسٹی میں دستیاب ہیں تو میرا تعاون تمہارے شاملِ حال رہے گا۔

واپس جا کر میرے ریسرچ ورک کے بارے میں انہوں نے یونیورسٹی کی کلاسز میں کہا کہ دیکھو ایک چھوٹے سے قصبے اور نامساعد حالات میں بھی اس نے اپنے ریسرچ کے کام کو ہمّت کے ساتھ جاری رکھا ہوا ہے اور اسے کامیابی کے ساتھ آگے بڑھا رہا ہے۔

یہ درست ہے کہ ربوہ میں بظاہر یونیورسٹی اور بڑے شہروں والی سہولتیں تو دستیاب نہ تھیں جن سے ریسرچ کے کام کو آسانی کے ساتھ آگے بڑھایا جا سکتا۔ تاہم خدا کے ماموری جماعت کے اس مرکز کو جو انمول آسمانی برکتیں حاصل تھیں پاکستان کا بڑے سے بڑا شہر ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

چنانچہ ربوہ کی مقدس فضاؤں میں دعا اور جہدِ مسلسل کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ساری مشکلیں ایک ایک کرکے آسان ہوتی چلی گئیں۔ ادھر میرا حال یہ تھا کہ میں اکثر کالج کی لائبریری کی الماریوں میں گھس کر کتابیں الٹ پلٹ کر وہاں سے اپنے مفید مطلب لٹریچر کی جستجو میں رہتا۔

آخر تنگ آ کر لائبریرین محترم (ماسٹر فضل داد صاحب) نے مجھے فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی لائبریری کا رستہ دکھایا۔ جہاں مکرم ملک منور احمد صاحب مرحوم کی مہربانی سے پرانے سائنسی مجلّات کی جلد شدہ فائلوں تک رسائی حاصل ہوئی۔ جن کے حصول کا یونیورسٹی میں رہتے ہوئے میں تصوّر بھی نہ کرسکتا تھا۔ قطار در قطار سجے ہوئے ان علمی خزانوں کو دیکھ کر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی علم دوستی پر عش عش کر اُٹھا۔

لٹریچر کا مسئلہ حل ہوا۔ اب تحقیقی کام کا آغاز کرنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی اس کی ربوہ کے اردگرد کے وسیع علاقے میں کوئی کمی نہ تھی۔ دریا کا کنارہ اور وہاں کی پہاڑیاں مختلف اقسام کے جانوروں کا مسکن تھیں۔ بایالوجی کے طلباء جاتے اور ان پہاڑیوں سے مختلف قسم کے جانور پکڑ لاتے۔ چنانچہ ہمارے کالج کا میوزیم collection کے اعتبار سے اردگرد کے کالجوں سے کہیں آگے نکل گیا اور خدا کے فضل سے مجھے وہ source مہیا ہو گیا جو کام کرنے کے لئے ازبس ضروری تھا۔

شائع ہونے والے میرے مقالے جب باہر کی دنیا میں ان سائنسدانوں تک پہنچے جو اسی مضمون پر اپنے اپنے ہاں تحقیقی کام کر رہے تھے تو Exchange of Literature کا سلسلہ شروع ہوا۔ مجھے صرف انگریزی آتی تھی جبکہ زیادہ لٹریچر جرمن زبان میں تھا۔ چنانچہ میں نے کتابوں کی مدد سے جرمن سیکھنے کے لئے خلافت لائبریری اور جامعہ کی لائبریری کا رُخ کیا۔ مگر یہ کوشش کچھ زیادہ کارگر نہ ہوئی۔

پھر کسی سے معلوم ہوا کہ میرے شاگرد ملک زبیر احمد صاحب جو مکرم ملک عمر علی صاحب کھوکھر مرحوم کے بیٹے ہیں جرمن زبان جانتے ہیں جو انہوں نے اپنی جرمن والدہ سے ورثے میں پائی ہوئی ہے۔ چنانچہ ملک زبیر صاحب نے اس سلسلہ میں میری بہت مدد کی۔ کبھی میں ان کے ہاں چلا جاتا اور کبھی وہ میری طرف آجاتے۔ وہ جرمن لٹریچر کا انگلش میں ترجمہ کرتے جاتے اور میں لکھتا جاتا۔ اس طرح یہ سارا جرمن لٹریچر سبقاً سبقاً انگلش میں ترجمہ ہو گیا۔ بعد میں اس کام میں مکرم ملک رفیق احمد صاحب کے پوتے جو مکرم مسیح الدین شاہد صاحب (آف جرمنی) کے بیٹے ہیں نے بھی میری کچھ مدد کی۔

فرنچ لٹریچر کے ترجمے کی جستجو میں جامعہ میں زیرِ تعلیم ماریشس کے احمد شمشیر سوکیہ صاحب سے ملا۔ انہوں نے حامی بھر لی کہ میرا فلاں پیریڈ خالی ہوتا ہے آپ آجایا کریں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر محمود بھٹو صاحب جو بعد میں مکرم پروفیسر مسعود احمد عاطف صاحب کے داماد بنے انہوں نے اور میرے ایک شاگرد محمد دین صاحب نے بھی کافی مدد کی تو اللہ کے فضل سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

رشین اور اٹالین لٹریچر کے ترجمے کے سلسلہ میں مکرم ملک زبیر احمد صاحب کے multilingual ہونے کا علم اس طرح ہوا کہ سانپ کی ہڈی کے بارے میں کچھ لٹریچر مجھے ملا تھا۔ مگر پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ یہ کس زبان میں ہے۔ کسی نے کہا کہ اٹالین زبان معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ میں اٹلی کے سابق مبلغ مکرم مولوی محمد عثمان صدیقی صاحب سے ملا۔ انہوں نے اٹالین زبان ہونے کی تصدیق تو کردی مگر فرمایا کہ ایک لمبا عرصہ گزر جانے کے باعث میں یہ زبان بھول چکا ہوں۔ میں نے اس بات کا ذکر ملک زبیر صاحب سے کیا تو انہوں نے اسے فر فر پڑھنا شروع کردیا تو میری جان میں جان آئی اور یہ پریشانی بھی دور ہو گئی۔

شروع میں میرے پیپر میرے شاگرد منور انیس صاحب ٹائپ کیا کرتے تھے پھر خدا کے فضل سے مجھے میرا اپنا ٹائپ رائٹر میسّر آگیا وہ اس طرح کہ دارالرحمت وسطی کے مکرم نذیر احمد سولنگی صاحب مرحوم (جن کے بیٹے عزیزم ڈاکٹر مبشر احمد سولنگی میرے شاگرد تھے) کویت میں ہوا کرتے تھے میں نے مبشر کو کہہ کر وہاں سے ایک ٹائپ رائٹر منگوا لیا۔ جس کی اُس وقت قیمت چھ سو روپے تھی۔ مجھے گندم خریدنے کے لئے انجمن سے چھ سو روپے پیشگی ملی ہوئی تھی جو میں نے انہیں دے دیئے اور ان سے ٹائپ رائٹر لے لیا۔ اس سال گندم کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کسی اور ذریعے سے پوری کردی۔

کچھ عرصے کے بعد میں نے گول بازار ربوہ میں ایک دوکان پر الیکٹریکل ٹائپ رائٹر پڑا دیکھا جو برق رفتار بھی تھا اور اس میں ٹائپنگ کی اغلاط کی تصحیح بھی کی جاسکتی تھی۔ یہ دوکان مکرم مبارک احمد نذیر صاحب (مبلغ انچارج کینیڈا) کے بیٹوں کی تھی۔ میں نے قسطوں میں رقم کی ادائیگی کی بنیاد پر ان سے یہ ٹائپ رائٹر خرید لیا۔ جس سے مجھے اپنے ریسرچ کے کام کو بہتر طور پر

تیار کرنے اور اس کی اشاعت کی سہولت خدا کے فضل سے میسر آ گئی۔
بعد ازاں ایک دفعہ میرے شاگرد مکرم ڈاکٹر صلاح الدین صاحب (آف امریکہ) مجھے ملنے کے لئے آئے تو کہنے لگے کہ میں آپ کے لئے ایک خاص چیز لایا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ یہ خاص چیز کیا ہے کہنے لگے کہ ڈبہ کھول کر تو دیکھیں۔ دراصل یہ پرانی طرز کا کمپیوٹر امریکہ میں بے کار پڑا تھا میں اس خیال سے لے آیا ہوں کہ شاید آپ کے کام آ جائے۔ اس طرح مجھے 1988ء میں کمپیوٹر بھی میسّر آ گیا۔ اب اللہ کے فضل سے مزید سہولت پیدا ہوگئی اور میں اپنے تحقیقی نتائج کو مرتب کر کے اسے بذریعہ E-mail بھجوانے کے قابل ہو گیا۔ پھر میرے بیٹے محمد مسعود خان نے بی ایس سی کے بعد لاہور میں کمپیوٹر کلاس join کی تو کمپیوٹر کے ساتھ اس کا پرنٹر بھی حاصل ہو گیا۔
وہ خدا جس نے میرے دل میں علم کی جستجو پیدا کی، وقف میں ثباتِ قدم عطا کیا اور جماعت کی خدمت کی توفیق بخشی اس نے محض اپنے فضل سے قدم بقدم مجھے مددگار اور سلطانِ نصیر بھی عطا کر دیئے اور مجھے اپنے فضل سے کسی طور پر تشنہ نہیں رہنے دیا۔ الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام

ایک خصوصی اجلاس

جملہ سابق طلبہ تعلیم الاسلام کالج کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے 19 نومبر 2011ء بروز ہفتہ، نور ہال بیت الفتوح میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوگا۔ اجلاس نمازِ مغرب کے فوراً بعد شروع ہو جائے گا۔ دلچسپ اور معلوماتی پروگرام کے بعد حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا جائے گا۔ جملہ سابق طلبہ سے تاکیدی درخواست ہے کہ اس خصوصی اجلاس میں وقت کی پابندی کے ساتھ شامل ہوں۔
(صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ)

ممبران کے نام

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے جملہ ممبران سے ایک اہم سوال:
کیا آپ نے سالِ رواں 2011ء کی ممبر شپ فیس 24 پاؤنڈ ادا کر دی ہے؟
اگر نہیں تو درخواست ہے کہ اس رقم کا چیک

TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION

کے نام بنا کر فوری طور پر اس پتہ پر ارسال کر دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

FINANCIAL SECRETARY, TIC OLD STUDENTS ASSOCATION, 53 MELROSE ROAD, LONDON SW18 ILX

مزید برآں یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ ایسوسی ایشن کا ای میل ایڈریس حسب ذیل ہے۔

E-mail : ticassociation@gmail.com

ایسوسی ایشن سے رابطہ کے لئے فون اور فیکس نمبر درج ذیل ہیں:

Tel : 020-88775510, Fax : 020-88779987

جملہ ممبران سے فوری تعاون کی درخواست ہے۔

علمی نکات

قرآن کے نام میں پیشگوئی

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
”میں نے قرآن کے لفظ میں غور کیا۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اِس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386)

نیک سفارش اور مشفقانہ سلوک

مکرم جناب چوہدری رشید الدین صاحب سابق مبلغ لائبیریا نے اپنے والد مرحوم محترم چوہدری جلال الدین صاحب کے حالات پر مشتمل ایک دلچسپ اور مفید کتاب ”میرے والد“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس سے ایک واقعہ قارئین المنار کی خدمت میں پیش ہے۔

والد صاحب غریب طلباء کو حصول تعلیم کے سلسلہ میں درپیش مشکلات کے ازالہ کی بھی کوشش کرتے۔ ان کی ہمت کو بندھاتے، ان کی مدد کرتے ....
ہمارے گاؤں کے ایک غریب عیسائی طالب علم نے مشکلات کے باوجود میٹرک کا امتحان پاس کرلیا۔ اس کے خاندان کے نزدیک یہ بڑی کامیابی تھی، ان کی شدید خواہش تھی کہ لڑکا مزید پڑھ کر اپنا مستقبل بہتر بنا لے۔ مالی کمزوری کے علاوہ اس کے نمبر اتنے کم تھے کہ کہیں داخلہ نہیں مل رہا تھا وہ والد صاحب کے پاس آئے اور التجا کی کہ جیسے بھی ہو ہمارے بچے کو ٹی آئی کالج ربوہ میں داخل کروائیں۔ والد صاحب کو نظر آ رہا تھا کہ بات مشکل ہے تاہم ان کے حالات اور اصرار کے پیش نظر لڑکے کو ساتھ لے کر ربوہ آئے اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (پرنسپل) کی خدمت میں درخواست پیش کردی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے نمبر ہمارے معیار سے بہت کم ہیں اسے داخلہ نہیں مل سکتا۔ والد صاحب نے اس کے حالات بیان کر کے سفارش کی۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ چوہدری صاحب آپ کو یہ کہاں سے پکڑ لایا ہے۔ والد صاحب نے بتایا کہ یہ ہمارے گاؤں میں رہائش رکھتے ہیں اور ہمارے ہاں ہی کاشت وغیرہ کا کام کرتے ہیں۔ مدد کے محتاج ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ازراہِ نوازش داخل کرلیا اور اس کی فیس بھی معاف فرما دی۔ یہ نوجوان تعلیم مکمل کرنے کے بعد ٹیچر لگ گیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب اور والد صاحب کا اب تک ذکرِ خیر کرتا ہے اور دعائیں دیتا ہے۔
(بحوالہ ”میرے والد“ صفحہ 101-102)

جدید تحقیقات

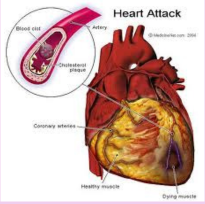

اس عنوان سے المنار میں یہ نیا کالم شروع کیا جارہا ہے۔ قارئین المنار سے درخواست ہے کہ جدید تحقیقات کے حوالہ سے مفید معلومات پر مشتمل خبریں اور شذرات المنار میں اشاعت کے لئے بھجواتے رہا کریں۔

حملہ قلب کی صورت میں باریک رگیں قدرتی بائی پاس کا کردار ادا کرتی ہیں جن لوگوں میں باریک رگیں صحیح کام نہ کریں وہ پہلے ہی جھٹکے میں موت کا شکار ہوسکتے ہیں، نئی تحقیق

لندن (پی اے) انسان کے جسم میں دل کے قرب و جوار میں پائی جانے والی باریک رگیں حملہ قلب کی صورت میں لوگوں کی مدد کرتی ہیں اور بیک اپ سسٹم کے طور پر ان کی زندگی بچانے کے لئے قدرتی ''بائی پاس'' کا موثر کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ دعویٰ ایک تازہ تحقیق میں کیا گیا ہے جو ''یورپین ہارٹ جرنل'' میں شائع ہوئی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق خون کی یہ باریک نالیاں جن کو عروق شعریہ بھی کہا جاتا ہے حملہ قلب میں موت کے خطرے کو 36 فیصد کم کردیتی ہیں۔ یہ باریک قلبی رگیں اس وقت تک دکھائی نہیں دیتیں جب تک فعال نہ ہوجائیں اور ایک خاص مقدار میں خون منتقل کرنا شروع نہ کردیں۔ یونیورسٹی کالج ہسپتال، این ایچ ایس فاؤنڈیشن کے ہارٹ ہسپتال لندن کے ڈاکٹر پاسکل میئر نے کہا کہ جب لوگوں کو حملہ قلب کا سامنا ہوتا ہے تو ہر فرد کو پہنچے والے نقصان کا درجہ مختلف ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے مطالعہ سے لوگوں کے موت کا شکار ہونے کی واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے۔ جن مریضوں کی قدرتی ''بائی پاس'' رگیں یا عروق شعریہ بہتر کام کررہی ہوتی ہیں دواؤں کے ذریعے ان کا جلد علاج ممکن ہے یا ان کی بند شرائیں کھولی جاسکتی ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ باریک رگیں حملہ قلب میں حفاظت کرتی ہیں اور موت سے بچاتی ہیں لیکن جن لوگوں میں عروق شعریہ صحیح کام نہ کریں وہ پہلے ہی جھٹکے میں موت کا شکار ہوسکتے ہیں۔

(بحوالہ روزنامہ ''جنگ'' لندن، 12 اکتوبر 2011ء)

دوردخواستیں

☆ اگر آپ کے حلقۂ احباب میں کوئی ایسے احمدی دوست ہوں جنہوں نے کسی وقت تعلیم الاسلام کالج قادیان۔ لاہور یا ربوہ میں تعلیم پائی ہو اور وہ ابھی تک اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبر نہ بنے ہوں تو از راہِ کرم ان کے نام۔ پتہ۔ فون نمبر اور ای میل ایڈریس سے سیکریٹری ایسوسی ایشن کو ticassociation@gmail.com پر اطلاع فرمائیں تا کہ ہم ان سے رابطہ کرسکیں۔

☆ اسی طرح اگر آپ کے حلقہ تعارف میں کوئی ایسے غیر احمدی دوست ہوں جو کسی وقت تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم رہے ہوں۔ ان کے کوائف سے بھی ہمیں آگاہ فرمائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اندھیری راتوں کے تیر

دعا ایک ایسی طاقتور چیز ہے کہ دنیا میں اور کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور بھی بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں، مثلاً پانی کی طاقت، بجلی وغیرہ کی طاقت ہے۔ مگر دعا کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ایک بزرگ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ جس جگہ رہتے تھے ان کے پڑوس میں ایک بڑا امیر رہتا تھا۔ جو ہر وقت گانے بجانے میں مشغول رہتا۔ جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی۔ ایک دن وہ اس کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ دیکھو بھئی میں تمہارا ہمسایہ ہوں۔ اس لئے میرا بھی تم پر حق ہے۔ اوّل تو تمہیں اس لغو کام سے خود ہی رُک جانا چاہئے تھا۔ لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو اب میری خاطر ہی اسے ترک کردو۔ کیونکہ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے وہ چونکہ بڑا رئیس اور صاحب رسوخ تھا اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے۔ ہم کبھی نہیں رکیں گے۔ انہوں نے کہا اگر آپ اس طرح نہیں رکیں گے تو ہم بھی مجبور ہیں ہم اور طرح سے روکیں گے۔ اس نے کہا کیا تم روکو گے؟ کیا تم میں اتنی طاقت ہے؟ میں ابھی سرکاری گارڈ منگواتا ہوں۔ اہوں نے کہا ہم گارڈ کا بھی مقابلہ کریں گے۔ اس نے کہا تم ان کا کیا مقابلہ کرسکتے ہو۔ انہوں نے کہا نادان! ہمارا مقابلہ توپوں اور بندوقوں سے نہیں ہوگا بلکہ سہام اللیل سے ہوگا۔ لکھا ہے: یہ الفاظ انہوں نے کچھ ایسے دردناک لہجہ میں فرمائے کہ اس کی چیخیں نکل گئیں اور بول اُٹھا: اس کا مقابلہ نہ میں کرسکتا ہوں نہ میرا بادشاہ کرسکتا ہے۔ آئندہ کے لئے میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ کو گانے بجانے کی آواز نہیں سنائی دے گی۔ تو دعا میں وہ طاقت ہے کہ کوئی توپ و تفنگ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ تیر زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے آتے ہیں پھر انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا انسانوں سے لے کر خود پھینکتا ہے اور خدا کے پھینکے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(خطباتِ محمود جلد 5 صفحہ 141 بحوالہ الفضل 4 جولائی 1916ء)

☆☆☆

تاروں کی چھاؤں میں نکلا اپنے گھر کو چھوڑ گیا
یار و اس گلفام کو واپس اپنے گھر میں لاؤ جی
میرے گلشن کا ہر پتا مالی مالی کہتا ہے
ایسی دردبھری آوازیں مالی تک پہنچاؤ جی
میری مجبوری بھی دیکھو دل کے ہاتھوں تنگ ہوں میں
رہنے بھی دو پچھلی باتیں ہم سے اب کھل جاؤ جی
آدھی رات کو تنہائی میں نیندیں کیوں اُڑ جاتی ہیں
چارہ گر و کچھ تو سمجھاؤ اس کا حل بتلاؤ جی
گر چاہو شبیر کہ تم پر یار کی نظر کرم ہو جائے
بس پیروں پڑ جاؤ اس کے چھم چھم نیر بہاؤ جی

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب)

عبدالسلام۔ کیمبرج کا لائق وفائق طالب علم

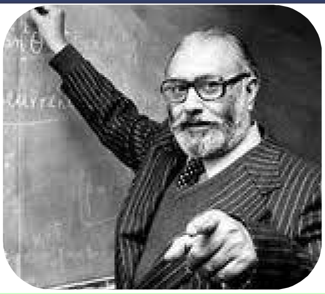

مکرم ڈاکٹر مجاہد کامران صاحب

مکرم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب

مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر اور معروف ماہر طبیعات جناب ڈاکٹر مجاہد کامران صاحب کا ایک مضمون روزنامہ "The Nation" کی 21 اکتوبر 2010 کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ دی نیشن کے مطابق ڈاکٹر مجاہد کامران ڈاکٹر سلام صاحب کی سوانح عمری بھی مرتّب کر رہے ہیں جس کا نام انہوں نے "ایک پاکستانی قادیانی" رکھا ہے۔ ذیل میں ڈاکٹر مجاہد کامران صاحب کے مذکورہ بالا انگلش مضمون کا اردو ترجمہ جو مکرم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب کے قلم سے 5 اکتوبر 2011 کے روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہوا ہے کی تلخیص نذرِ قارئین کی جارہی ہے۔

پاکستان کے واحد نوبیل لاریئیٹ عبدالسلام نے الیکٹرو میگنیٹک اور کمزور قوتوں کی یونیفیکیشن کے سلسلے میں کام کرنے پر 1979 کا نوبیل انعام جیتا تھا۔ سلام نے پی ایچ ڈی کرنے سے پہلے فزکس اور ریاضی دونوں میں فرسٹ کلاس کے ساتھ tripos یعنی دو مضمونوں میں آنرز کی ڈگری حاصل کرنے کا نادر امتیاز بھی حاصل کیا۔

سلام نے گورنمنٹ کالج لاہور کے میگزین "راوی" کے لئے 1989 میں لکھے جانے والے ایک اردو مضمون میں کیمبرج یونیورسٹی میں اپنی زندگی کے کچھ گوشے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

" گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کرنے کے بعد میں 1946 میں کیمبرج پہنچا۔ کیمبرج کے کلاس رومز میں طلبا بالکل اسی انداز میں بیٹھتے جیسے نماز سے پہلے نمازی مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ اور لیکچرار کی آمد سے پہلے مکمل خاموشی ہوتی۔ میری کلاس کے دوسرے ساتھی سیدھے سکول سے وہاں داخل ہوئے تھے اور عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے مگر مجھے ان کے برابر خود اعتمادی اور امنگوں کی سطح پر پہنچنے میں دو سال لگے۔ وہ ایسے ماحول سے آئے تھے جہاں تمام اچھے طلبا کو کیمبرج میں بھیجنے سے قبل ہر سکول ٹیچر ان کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ وہ ایسی قوم کے فرزند ہیں جس نے نیوٹن کو جنم دیا تھا اور یہ کہ طبیعات اور ریاضی کا علم ان کی میراث ہے۔ اگر وہ سچی خواہش رکھتے ہوں تو وہ بھی نیوٹن بن سکتے ہیں۔"

کیمبرج میں tripos (یعنی آنرز) کی ڈگری

ریاضی tripos تین سالہ کورس تھا جس کا امتحان تین حصوں میں ہوتا تھا۔ سلام نے پارٹ ون (Prelim) فرسٹ کلاس میں پاس کرلیا جبکہ ان کے کلاس فیلوز کی اکثریت نے تھرڈ ڈویژن حاصل کی حالانکہ ان میں Eton اور Herron جیسی اعلیٰ درس گاہوں کے طلبا بھی موجود تھے۔ جب سلام نے ان طلبا کی افسوسناک کارکردگی کے متعلق پوچھا تو ان کے استاد Wordie نے جواب دیا کہ ہم پارٹ ون کا امتحان اس قدر مشکل رکھتے ہیں کہ ان لڑکوں اور ان طلبا کے درمیان فرق واضح ہوجائے جو واقعی سنجیدہ ہوتے ہیں۔

کیمبرج میں طالب علمی کے پہلے سال ہی سلام اپنے ریاضی کے علم کے متعلق بہت مطمئن تھے۔ لیکن اپنے جنرل نالج کے متعلق انہیں اطمینان نہ تھا۔ اس لئے وہ کافی وقت لائبریری میں گزارتے اور مختلف تہذیبوں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے۔

کیمبرج میں دوسرا سال

کیمبرج میں دوسرے سال کے دوران سلام اپنے پارٹ ٹو کے امتحان کی تیاری بھی کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ بعض اوقات پارٹ تھری کے لیکچرز میں بھی حاضری دیتے۔ یہ لیکچرز اس زمانے کے مشہور سائنسدان Paul Dirac دیا کرتے تھے۔ جنہوں نے 1933 میں فزکس میں نوبیل پرائز حاصل کیا تھا۔ سلام Dirac کو آئن سٹائن سے زیادہ بلند مرتبہ گردانتے تھے۔ 1948 میں سلام نے tripos کے پارٹ ٹو کے امتحان میں بھی فرسٹ کلاس حاصل کی اور اس کے نتیجے میں Wrangler (یعنی ایسا طالب علم جو ریاضی کی آنرز ڈگری فرسٹ کلاس میں پاس کرے) کے ٹائٹل کے حقدار ہوگئے۔

یہ عظیم المرتبت Dirac کے ساتھ ربط ہی کا نتیجہ تھا کہ سلام نے سول سرونٹ بننے کی خواہش ترک کر دی اور طبیعات کے میدان میں آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس بارے میں سلام نے بیان کیا کہ میں نے 1948 میں ریاضی کی تعلیم کے دوران Dirac اور Pauli دونوں کے لیکچرز بھی توجہ سے سن لئے تھے۔ جس سے طبیعات کی طرف میرا میلان بڑھتا گیا۔ 1948 میں جب میں نے ریاضی کی تعلیم مکمل کرلی تو ابھی میرے پاس ایک سال کا سکالرشپ باقی تھا۔ تو میں نے ارادہ باندھ لیا کہ اس سے طبیعات کی تعلیم مکمل کروں گا۔

ایک بہت بڑا چیلنج قبول کرلیا

حتمی فیصلہ کرنے کے لئے سلام نے Fred Hoyle سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ تجرباتی فزکس کا کورس کرو۔ کیونکہ فزکس experiment ہے نہ کہ تھیوری (یعنی فقط کتابی علم)۔ چاہے تمہاری جان چلی جائے تمہیں یہ آخری سال لازماً تجرباتی سائنس کے لئے لگانا چاہئے۔ سلام نے Hoyle کا یہ مشورہ مان کر گویا ایک ایسا چیلنج قبول کرلیا جس میں کم لوگ ہی کامیابی سے ہمکنار ہوئے تھے۔ اصل چیلنج یہ نہ تھا کہ انہیں ایک سال میں کامیابی سے فزکس کا کورس مکمل کرنا تھا بلکہ چیلنج یہ تھا کہ یہ کورس نہ صرف ایک سال میں مکمل کرنا تھا بلکہ اس کے ساتھ فرسٹ کلاس میں پاس کرنا تھا۔ ان کے استاد کا خیال تھا کہ اگرچہ بعض ذہین ترین لوگ جن میں نوبیل پرائز حاصل کرنے والے G.T.Thomson اور Neville Mott شامل ہیں انہوں نے ایک سال میں یہ کورس مکمل تو کرلیا تھا مگر وہ فقط سیکنڈ کلاس حاصل کر پائے تھے۔ جب Wordie کو معلوم ہوا کہ سلام نے یہ چیلنج قبول کرلیا ہے تو وہ خوشی کے مارے اپنے دونوں ہاتھ ملنے لگا۔

انتہائی مشکل چیلنج کے باوجود کامیابی

کئی سال بعد سلام نے بیان کیا کہ بخدا یہ بڑا سخت چیلنج تھا۔ Cavendish کی لیبارٹری میں بہت پرانا ساز و سامان تھا۔ اور آپ سے توقع کی جاتی تھی کہ آپ اس سے کام چلالیں گے۔ خود شیشے کی ٹیوبیں تیار کرنی پڑتی تھیں۔ اور انہیں سیڑھیوں کے تین زینے اوپر لیجانا پڑتا تھا۔ یہ بڑی اذیت تھی۔ وہ اس کام کو اذیت ناک بنانا چاہتے تھے اور اس میں کامیاب تھے۔ ایسے میں سلام فرسٹ کلاس حاصل کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے؟ اس بارے میں سلام کے سپروائزر نے بتایا کہ تم نے تھیوری کے چھ کے چھ پرچے اتنی عمدگی سے حل کئے ہیں کہ ممتحن حضرات نے تمہارے پریکٹیکل کے رزلٹ کے متعلق پوچھا تک نہیں..............

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 اکتوبر 2011)

☆☆☆☆☆

ہمارا مسلک سبھی سے اُلفت، تمہارا شیوہ سبھی سے نفرت
معاملاتِ دِل و نظر میں عجیب تم ہو، عجیب ہم ہیں
(رشید قیصرانی)